

اسرائیل، نگی رندھاوا اور فلسطین

نمر تیار ندھاوا، اقوام متحده میں امریکہ کی سفیر ہیں۔ چند دن پہلے امریکی سفارت خانہ کو یو شلم منتقل کرنے کیلئے انتہائی کرخت، سفارتی آداب سے مادر اور مشکل تقریریکی نمر تیاکے والدین امترسے کینیڈ اور پھر امریکہ منتقل ہوئے۔ گھر میں "نگی" کہا جاتا تھا اور پورے امریکہ میں اسی نام سے جانی جاتی ہیں۔ پناہیں سال نگی کے سیاسی خیالات ہمیشہ سے انتہا پسند رہے۔ ساؤ تھ کیر و لینا کے گورنر کے طور پر اسرائیل کی بھرپور حمایت کی۔ بطور گورنر، نگی نے ساؤ تھ کیر و لینا میں اسرائیل کے بایکاٹ کے خلاف ایک قانون منظور کروا یا۔ چند سال پہلے، نگی نے تقریر میں کہا، کہ "دنیا میں سب سے زیادہ زیادتی کا شکار اسرائیل ہے۔ ہمیں ہر قیمت پر اسے مضبوط بنانا چاہیے"۔ انتہا پسند خیالات کی بدولت ڈونلڈ ٹرمپ نے انہیں اقوام متحده میں امریکہ کا سفیر بنایا۔ حالانکہ ٹرمپ اور نگی شروع میں ڈھنی طور پر ایک دوسرے کے خلاف تھے۔ اقوام متحده میں تقریر کے بعد انہیں امریکی کابینہ کا سب سے سے طاقتور عہدہ دینے کے متعلق سوچا جا رہا ہے۔ نگی کی تقریر کم از کم چار بار سنی۔ تقریر میں کہا گیا "امریکہ، اقوام متحده کو سب سے زیادہ مالی امداد فراہم کرتا ہے۔ ہمیں اسکے بارے میں سوچنا پڑے گا۔ مزید یہ کہ وہ ملک جو ہمیں ووٹ نہیں دے رہے، انکی مالی امداد کے متعلق بھی دوبارہ پالیسی بنانا پڑے گی۔ خصوصاً ان ممالک کی جو ہمارے پاس ہمیشہ امداد بڑھانے کی الجا سے آتے ہیں اور اپنے فائدے کیلئے ہمارا سہارا لیتے ہیں"۔ نگی کی تقریر انتہائی ادنی تھی۔ امریکہ پوری قوت استعمال کرنے کے باوجود یو شلم میں سفارت خانہ کی منتقلی کے خلاف ریزو لوش میں بے بس نظر آیا۔ 128 ملکوں نے اسکے خلاف ووٹ ڈالا۔ بیس ملک اس کارروائی کا حصہ نہیں بنے اور اکیس غیر حاضر ہے۔ شکست، سفارتی سطح پر امریکہ کیلئے بہت بڑی ہزیمت کا باعث بنتی۔ بقول نمر تیار ندھاوا، امریکہ اس دن کو ہمیشہ یاد رکھے گا۔ پیغام مکمل طور پر واضح ہے۔ یہ ایک بلیک میلنگ اور ڈرانے کی بھرپور کوشش تھی۔ ذاتی طور پر نگی کی تقریر انتہائی غیر معمولی لیکن پست گی۔ اسرائیل کے سفیر، ڈینی کی تقریر سو فیصد وہی تھی جو کہ ایک یہودی راہب کی ہو سکتی ہے۔ اپنی الہامی کتاب سے لیکر تاریخ کے حوالوں تک، سے ثابت کرنے کی کوشش کہ یو شلم ہمیشہ سے یہودیوں کا مرکز رہا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ایک قدیم سکھی دکھار رہتا ہے، جس میں یو شلم کی مرکزی حیثیت درج تھی۔ تقریر ایک بنیاد پرست یہودی کی تقریر تھی۔ ڈینی بھی بنیادی طور پر Zionist تحریک کا پرانا رکن ہے اور اسرائیل میں کلیدی عہدوں پر کام کرتا رہا ہے۔ یہاں یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہودی بنیاد پرست درست موقف رکھتے ہیں تو مسلمان بنیاد پرستوں کی سوچ کو کیونکر غلط کہا جا سکتا ہے۔ سوال ہر سنجیدہ شخص کیلئے ہے۔ اگر مسلمان اپنے دین کی تعلیمات کے ساتھ کھڑے ہیں، تو کیونکر معتبر قرار دیے جاسکتے ہیں۔ جبکہ یہودی دینی بنیاد پرستی کو اپنی دنیاوی طاقت سمجھتے ہیں۔ ڈینی کی تقریر انتہائی توجہ طلب تھی۔ مکمل طور پر زہر میں ڈوبی ہوئی لفظوں کی ایک بارش تھی۔ مگر یہ سب کچھ سکھ کا ایک رخ ہے۔ اسکا دوسرا رخ بے حد تلخ اور مشکل مگر حقیقت پرمنی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اسرائیل کیونکر قائم ہوا۔ فلسطین کی زمینوں کے حوالے سے مضبوط شہادت موجود ہے کہ قیام کے نزدیک، یہودی کمپیوں اور متمول اشخاص نے پیسے دیکر زمین کے مکٹرے خریدنے شروع کر دیے۔ گزارش کروں گا کہ آج جو اسرائیل نقشہ پر نظر آتا ہے، اسکی

اکثریت زمین، مقامی مسلمانوں سے خریدی گئی تھی۔ یہاں ایک اور انتہائی مشکل بات عرض کرنی پڑتی ہے۔ ترک حکومت، جو کہ مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اسکے خلاف برطانوی حکومت کے کہنے پر "ہاؤس آف سعود" کے سربراہ کا کیا رد عمل تھا۔ آپ حیران رہ جائیں گے۔ 1945 تک سات صیہونی کمپنیاں فلسطین کا 906 مریع کلومیٹر کاربُر خرید چکی تھیں۔ ان میں "جے۔ این۔ ایف" اور "پی آک" کا "سرفہرست" تھیں۔ کیا اس چیز کو جھٹلا یا جاسکتا ہے کہ اس وقت کی تمام مقامی مسلم بادشاہیں اسرائیل کے قیام میں یا تو معاون تھیں، یا پھر انہوں نے مصلحتِ خاموشی اختیار کر کھی تھی۔ دکھ ہوتا ہے کہ جب اس درجہ جذباتیت میں حقائق کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کیا وہ خط چھپایا جاسکتا ہے جس میں اس وقت کے سعودی فرمانروانے امریکہ اور برطانیہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے کہا تھا کہ اگر کوئی بھی صیہونی ریاست قائم کی جاتی ہے، تو انہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ تاج برطانیہ کے وفادار رینگے۔ خیرتاریخ کو رہنے دیجئے۔ کیونکہ کالم کے دامن میں اتناسب کچھ اشارتاً بھی بیان نہیں جاسکتا۔ اگر وقت ہو تو Peel Commission کی رپورٹ ضرور پڑھیے۔ پڑھ کر حیران رہ جائیں گے کہ اسرائیل کے قیام میں زمینوں کی فروخت کو کس قدر اہمیت حاصل تھی۔ یہ فریضہ مقامی مسلمان عربوں نے خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ بھی جب وارث اپنی مرضی سے پیسہ بٹور رہے تھے، ترک مسلم حکومت کے خلاف بغاوت اور سازشیں کر رہے تھے۔ اپنی ذاتی ریاستیں قائم کرنے کیلئے برطانیہ کے پیروکٹر ہے تھے تو گلہ اور شور و غل کیسا۔

آج کے دور پر نظر ڈالیے۔ پچاس سے زائد مسلم ممالک میں ایک ارب سے زیادہ مسلمان رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو ان تمام کے نام تک معلوم نہ ہوں۔ کم از کم مجھے نہیں ہیں۔ اگر فہرست بنانے کو کہا جائے تو گنتی پندرہ بیس کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ بنیادی طور پر یوں ششم مذہبی حوالے سے ہمارے لیے مقدس اور اہم ہے۔ مگر پچاس ملک اس درجہ بے بس کیوں ہیں کہ انہیں سرِ عام بے عزت کیا جاتا ہے۔ ڈھمکیاں دی جاتی ہیں مگر وہ زبانی جمع خرچ کے علاوہ مکمل طور پر خاموش رہتے ہیں۔ بیت المقدس میں چند دن پہلے نماز کے بعد مدد کیلئے مسلمان ملکوں کو آواز دی جا رہی تھی۔ مگر کوئی بھی ملک آگے آنے کی جرات نہیں کر سکا۔ O.I.C.O کے حالیہ اجلاس کے متعلق کچھ بھی کہنا اور لکھنا عبیث ہے۔ کیونکہ وہ تو صرف اور صرف پرائزیری سکول کی سطح کا تقریری کلب ہے۔ O.I.C.O کا ذکر کرنا بھی وقت کا ضیاء ہے۔ مگر کوئی ہے جو کئی رندھاوا کے چیلنج کا بھرپور عملی جواب دے سکے۔ صاحب، کوئی بھی نہیں ہے۔ ایک بھی رہنمایسا نہیں ہے جو امریکہ کو ناراض کرنے کی ہمت رکھتا ہو۔ سب اپنے اپنے عوامی ردِ عمل سے بچنے کیلئے اسرائیل اور امریکہ کے خلاف دوحرفی تقریر کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ انکی کوئی حیثیت نہیں۔ سوچی کیا نہ تیا کو درست نہیں کہہ رہی۔ دو دون قبل اقوام متحده کی قرارداد کی کوئی عملی حیثیت نہیں ہے۔ اس قرارداد کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے کہ یہ Non-Binding ہے۔ یعنی امریکہ کو سفارت خانہ منتقل کرنے سے روکا نہیں جاسکتا۔

افسوں اس بات کا ہے کہ کسی بھی مسلمان حکومت میں مائی کالال نہیں جو مضمونی سے بات کر سکے۔ وجہ صرف یہ کہ تمام ممالک میں حکمران، منفی ہتھنڈے استعمال کر کے تخت تک پہنچے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی عوامی تائید کا حامل نہیں۔ تمام کے تمام سازش، یورش اور ہاتھ کی صفائی سے بادشاہ، وزیر اعظم یا صدر بنے ہیں۔ دورنہ جائیے۔ ترکی کو دیکھیے۔ اردوگان بہت اچھی تقریر کرتا ہے۔ مگر سرکاری سطح پر اپنے لیے ایک جگل کاٹ کر ایک ہزار کمروں کا محل تعمیر کروایا ہے۔ ترکی اپنی معاشی ترقی کے جو بلند و بانگ

دعوے کرتا ہے، دنیا کا کوئی بھی آزاد اور مستند معاشری ادارہ اسے تسلیم نہیں کرتا۔ اردوگان نے جس طرح "گول تحریک" کے خلاف لوگوں کو کفیر کردار تک پہنچایا ہے۔ جس طرح "آزادی رائے" کو ختم کیا ہے، جس طرح مخالفین کو بر باد کیا ہے، وہ سامنے رکھتے ہوئے آرام سے کہا جا سکتا ہے کہ اردوگان صرف اور صرف تقریر کا غازی ہے۔ جو بھی اسکے خاندان کی آن گنت دولت پرسوال اٹھاتا ہے، ملک کا غدار قرار دیا جاتا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اردوگان، جذباتی تقاریر کے علاوہ کچھ اور بھی کر سکتا ہے۔ قطعاً نہیں۔ ہرگز نہیں۔ سعودی عرب کی طرف آئیے۔ ولی عہد محمد بن سلمان نے ٹرمپ کیلئے ریاض میں آنکھیں بچھا کر کھڑا لیں۔ اسکو قیمتی ترین تحفے دیے۔ اپنی بادشاہت کی مضبوط ضمانت لی۔ اربوں ڈالر کے رعایتی دفاعی معاہدے کیے۔ شاہی خاندان کے اقتدار کی منتقلی کے اصول کو ختم کیا۔ کیا وہ اسرائیل کا قریبی دوست نہیں ہے۔ عملی ترجیحات پر غور کیجئے۔ پندرہ دن قبل تین ہزار کروڑ روپے کا پیرس میں ایک محل خریدا۔ ساڑھے چار ہزار کروڑ روپے کی ایک قدیم مصور کی تصویر خریدی۔ دونوں خریداریاں بے نامی طریقے سے کی گئیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ سعودی عرب کا ولی عہد، جو اصل اقتدار کا مالک ہے، اسرائیل اور امریکہ کے خلاف سوچ بھی سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔ صاحب بالکل نہیں۔ ایران کو دیکھ لیجئے۔ اسکی معیشت کافی حد تک تیل پر منحصر ہے۔ وہاں پر ملوویوں کی حکومت ہے۔ کوئی بھی امیدوار جتنے مرضی ووٹ حاصل کر لے، جس مرضی سطح کی عوامی تائید حاصل کر لے، جب تک اقتدار اعلیٰ پر قابض ملووی اجازت نہیں دینے، وہ شخص صدر نہیں بن سکتا۔ اسلامی انقلاب کا خواب دکھا کر ایرانی عوام کو ہر طرح کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ کرپشن ہر شعبہ کو دیک کی طرح چاٹ چکی ہے۔ مگر کرپشن تو تمام مسلمان ممالک میں ہے۔ یہ تو ہماری حکمرانی کا مرکزی نقطہ ہے۔ مگر کیا ایران کو ایک جدید فلاہی اسلامی ملک بننا کرپشن کیا جا سکتا ہے۔ چند دن قبل یمن کے مقتول سابق صدر علی عبداللہ صالح کی پھیس سے تمیں بلین ڈالر کی چوری کے متعلق لکھا تھا۔ آپ واقعی یمن کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ دنیا میں ایک ثابت قیادت دے سکتا ہے۔ حالیہ قرارداد کو پیش کرنے میں یمن بھی آگے آگے تھا۔ پاکستان کے متعلق کیا بات کی جائے۔ اس میں بھی مقنتر طبقہ بتانے کیلئے تیار ہی نہیں کہ دولت کیسے آئی اور اسکے ذرائع جائز ہیں یا ناجائز۔

تمام مسلم ممالک تقریباً ایک ہی سطح پر ہیں۔ فرقہ واریت، عدم تحفظ، خانہ جنگی، معاشری عدم استحکام انکا خاصہ ہیں۔ یہ تمام ملک امریکہ کے اثر و رسوخ کے مر ہوں منت سانس لے رہے ہیں۔ انکے حکمران جان چکے ہیں کہ اپنی عوام کو لوٹ بلکہ جوتے ماروا اور طاقتور ترین ملک کی غلامی کرو۔ امریکہ کا بیت المقدس میں سفارت خانہ منتقل ہو جائیگا تو تھوڑی سی تقاریر کی جائیگی۔ لوگوں میں یہ جان پیدا کیا جائیگا۔ پھر خاموشی چھا جائیگی۔ سوچنے کا مقام ہے کہ کیا نمر تیا کورنڈھاوا کی تقریر بالکل غلط تھی! کیا وہ طاقتور ترین سطح پر کھڑے ہو کر ہم سب کو آئینہ نہیں دکھا رہی!

راوی منظر حیات